ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلّہ

محمد عدنان

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

ڈاکٹر سفیر حیدر

ایسوی سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، لاہور

عرفان صدیقی کی غزل اور واقعہ کربلا

Muhammad Adnan
PhD Urdu Scholar, Department of Urdu, GC University, Lahore
Dr. Safeer Haider
Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore

Irfan Siddiqui's Ghazal and Karbala Incident

In this article, the intellectual uniqueness of Irfan Siddiqui's ghazal has been clarified with reference to the tradition of Urdu poetry and modern poetry. It has been proved that the incident of Karbala has been described frequently in classical and modern poetry in a direct and symbolic manner, but the way in which it has been presented in Irfan Siddiqui's ghazal is completely different. Irfan Siddiqui has made the incident of Karbala a dominant theme of his ghazal. It is a revolutionary step in living life. In his ghazal, Karbala is a cultural recovery. His ghazal is distinguished from all modern poets of ghazal in terms of intellectual and stylistic aspects.

Keywords: *Ghazal, Karbala, Classic, Jadeed, Lucknew.*

اُردو شاعری میں واقعہ کربلا حق و باطل کے معرکے کے طور پر بھی آیا ہے۔ ساتھ ساتھ اشاروں کنایوں سے شعرا نے اپنے معاصر عہد کے یزید صفت لوگوں کے چہروں سے بھی پردے اٹھانے کی مودو پردے اٹھانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ کلاسیکی شاعری میں صرف یہ موضوع ایمان کی تازگی اور نواسہ رسول ﷺ کی ذات کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے پیش کیا جاتا تھا۔ لیکن عہدِ جدید میں اقبال سے لے کر عرفان صدیقی تک جتنے بھی شعرا نے اس موضوع کو پیش کیا ہے ۔ اس کے پیچھے بہت سارے محرکات تھے ، جن میں اس عہد کے حکم رانوں کی مذمت، عوام میں سیاسی و سماجی شعور کی پرورش معاشرتی جبر اور گھٹن کے خلاف بھرپور مزاحمت شامل ہیں۔

عہد جدید کی غزل میں اس موضوع کے ورود و پیشکش کے حوالے سے سید محمد عقیل لکھتے ہیں:

"ایک ذہنی انتشار، بے یقینی اور دربدری کے احساس کے ساتھ نہ معلوم کہاں سے واقعہ کربلا کی اشاریت اور مظلومیت بھی تیزی سے داخل ہو رہی ہے۔ میرے لیے یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ نئی غزل میں یہ کیفیت دبے پاؤں کہاں سے داخل ہوئی بظاہر تو کوئی بیرونی دباؤ external depression نہیں معلوم ہوتا۔ نہ ہی اس کیفیت میں تفاخر ہے نہ اعلان، نہ ترقی پسندی کی للکار، حالات کے پستے ہوئے ان لوگوں میں جو کربلا کی اشاریت، فرات، نوک، سناں پر سر اور جوئے خوں کی باتیں ملتی ہیں۔ ان میں ایک طرح کی خود کلامی monologue ہے جس میں اپنے دل سے باتیں کرنے یا صلاح کرنے کی صورت ہے۔"[۱]

عرفان صدیقی کی شاعری کا ایک بڑا موضوع کربلا ہے۔ اگر اس موضوع کو ان کی شاعری کا سب سے بڑا موضوع کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا۔ عرفان کی شاعری کا مرکز و محور لہو کی وہ لکیر ہے جو واقعہ کربلا سے شروع ہو کر مختلف شکلوں میں متشکل ہوتی رہی ہے۔ لہو کی اس روشنی نے لمحہ موجود کے یزید صفت لوگوں کے چہروں سے بھی شناسائی کرادی۔

اس موضوع نے عرفان صدیقی کی شاعری کو تحرک بخشا ہے جتنے بھی ناقدین ہیں سب نے عرفان صدیقی کی شاعری میں اس موضوع کی اہمیت پہ روشنی ڈالی ہے اور تمام ناقدین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس موضوع کی تاثیر اور روشنی ان کے پورے فکری نظام پہ حاوی نظر آتی ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر سرورالہدیٰ لکھتے ہیں:

"ادبی اور تنقیدی نقطہ نظر سے عرفان صدیقی کی غزل کی تحسین کے لیے دو تین حوالے بہت روشن ہیں اور بیش تر ناقدین نے ان ہی حوالوں کی روشنی میں عرفان صدیقی کی غزل کو دیکھا ہے۔ پہلا حوالہ واقعہ کربلا سے متعلق حقائق کا تخلیقی اظہار ہے۔"[۲]

بعض ناقدین نے لفظ و معنی کے رشتے سے پیدا ہونے والی صورت حال کے پس منظر اور کربلا کی معنویت کو دوچند کر دینے والے الفاظ کے استعمال کی وجہ سے بھی عرفان صدیقی کے فن کو سراہا ہے۔

اس حوالے سے اُردو کے مشہور نقاد ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

"واضح رہے کہ شاخ، شجر اور نخل، دعا جیسے استعاروں کے ذریعے کبھی اجتماعی حافظے کی بازیافت کرنے اور کبھی مخصوص تجربات کو تعمیم سے ہم آہنگ کرنے کا یہ انداز اپنے معاصرین میں عرفان صدیقی کے ساتھ مخصوص ہے۔"(۳)

جیسا کہ ابوالکلام قاسمی نے ذکر کیا ہے کہ عرفان صدیقی نے بہت سارے ایسے تلازمات کو پیش کیا ہے جن کو پڑھنے یا سننے کے بعد قاری کا دھیان فوری طور پر واقعہ کربلا کی طرف جاتا ہے تو اس حوالے سے یہ شعر دیکھیں:

سر کی ہوائے دشت نے گل بانگِ لا الہٰ
اوجِ سناں پہ مصحفِ اطہر کو دیکھ کر (۴)

یہ موضوع نہ صرف اُردو زبان میں ہے بل کہ دنیا کی قریب قریب سبھی زبانوں میں جرات و بہادری کی موت پانے والوں کی جرات و بہادری سے متاثر ہو کر لکھی گئی شاعری میں یہ موضوع غالب موضوع کے طور پر آیا ہے اور مرنے والے کی خوبیوں کو یاد کیا جاتا ہے اور یاد میں شدت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس شخص کا جذبہ حب الوطنی اور کسی بھی مذہب سے عشق کا تصور بھی اس روایت کے حامل لوگوں کے ذہن میں ہوتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں لکھنو کی شیعہ تہذیب نے عزاداری کو کلچر کا نہایت اہم جزو بنا دیا۔ اودھ کی اُردو مرثیہ گوئی روایت عزاداری کی آغوش میں پروان چڑھی۔ اس کی آب یاری میں اودھ کے تقریباً تمام حکم رانوں نے حصہ لیا۔ اس کی باقاعدہ ابتدا نواب سعادت خان برہان الملک میر محمد امین نیشاپوری (متوفی ۱۹۷۹ء) کے عہد سے ہوئی۔ ۱۸ویں صدی، ۱۹ویں صدی، ۲۰ صدی میں بتدریج یہ صنف ارتقا پذیر رہی۔ اس صنف نے لکھنو کی غزل گوئی پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عرفان صدیقی کی غزلوں میں واقعہ کربلا نہ صرف ایک بڑا کینوس بن جاتا ہے بل کہ آفاقی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔

کربلا کے موضوع کی غزل میں پیش کش کی دوسری بڑی وجہ اُردو مرثیہ نگاری کی روایت ہے۔ اردو غزل کے اس موضوع کی پیش کش میں مرثیے کی روایت نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ غزل اپنے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں اس موضوع سے مختلف ہے۔ غزل میں موضوع کے اس ارتقا کے بارے ضمیر اختر نقوی لکھتے ہیں:

"دوسری جانب کربلا کے واقعات پر لکھے گئے مرثیوں کے ارتقا نے بھی غزل کو متاثر کیا ہے۔ مساوات، تزکیہ نفس، حق اور باطل کا فرق اور حق کے لیے بہادری و دلیری بھرپور

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

اظہار مرثیوں کے ذریعے سے ہوا۔ اور مرثیے نے واقعات ِ کربلا کے بیان میں ان موضوعات کو سرِ فہرست رکھا، یہ تمام موضوعات مرثیے کی راہ سے غزل میں بھی در آئے۔ اُردو غزل گو شعرا نے زلف و گیسو، کمر و دہن اور مبتذل اور سوقیانہ طرزِ ادا اور مضامین کو ترک کرکے مرثیوں کے علاوہ وہ مضامین جن میں اخلاقی پہلو نمایاں تھا، غزل میں سمیٹ لیے۔ واقعہ کربلا میں وہ تمام اجزا مثلاً مظالم و مصائب، صحرا نوردی، صبر و وفا، خانہ ویرانی، بے نوائی، اسیری وغیرہ غزل کے لیے بھی جاذب نظر تھے چوں کہ یہ تمام مضامین کربلا اور غزل میں مشترک کہے جاسکتے ہیں۔ اس لیے بھی غزل پر واقعاتِ کربلا کا بھرپور اثر پڑنا لازمی تھا۔ بالکل اسی طرح بیکس اور مجبوری، عاشق کا گریہ کرنا، جلتے ہوئے آشیاں کا ماتم، قاتل کی پیشانی۔ یہ تمام موضوعات غزل میں کربلا کے اثرات کو ظاہر کرتے ہیں۔"(۵)

فن کار اپنے تخیل میں آزاد ہے۔ اس کے ذہن و شعور کا بنیادی سرچشمہ اکثر و بیش تر اس کی اپنی مذہبی ثقافتی وارداتیں ہوا کرتے ہیں۔ اسی لیے سانحہ کربلا اُردو شاعری میں مذہبی اور تاریخی احساس کے طور پر آیا ہے اور اس جدید دور میں ظلم کی طاقتوں کے خلاف اظہار میں واقعہ کربلا کے استعارے ہمارے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ جس عہد میں بھی واقعہ کربلا کے استعاروں کا شاعری میں ذکر ہوا ہے، معاصر عہد کے خلاف مزاحمت کے طور پر استعمال ہوئے ہیں ہر وہ شاعر جس نے سیاسی و سماجی سطح پر گھٹن اور جبر محسوس کیا ہے۔ اس نے کربلا کے استعاروں کا سہارا لے کر اپنے مزاحمتی رویے اور شاعرانہ تلخی و تندی کو شعر کے پیکر میں ڈھال دیا ہے۔

حسین علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام کی اس بے مثال شہادت نے اسلام کے فلسفہ جہاد و قربانی کی جس روایت کو روشن کیا اس کا گہرا اثر ادبیات پر بھی پڑا کلاسیکی شعرا سے لے کر جدید دور تک کے شعرا کی غزل اور نظم میں خون کے آنسوؤں کی آمیزش ہے مگر بطور شعری تھیم کے یہ راسخ جدید شاعری میں ہوا ہے۔

جدید زمانے کی گھمبیرتا اور استحصال کے ذرائع کربلا کے استعارے کے ذریعے آسانی سے بیان ہو سکتے ہیں، اس لیے جدید شعرا نے اس موضوع کو نئے زمانے کے مسائل سے متعلق کرکے دیکھا ہے۔

اس حوالے سے نیر مسعود لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

"کربلا کا استعارہ ہمارے موضوع کا ایک اہم جز ہے؛ لیکن یہ ایک علیحدہ اور مفصل جائزے کا طالب ہے۔ فی الوقت صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ کربلا کا استعارہ اگرچہ عام انسانی صورتِ حال کا بھی جائزہ بن سکتا ہے اور بنا ہے؛ لیکن مسلم معاشرے کی صورتِ حال کے اظہار کے لیے یہ شعر ڈھلا ڈھالا یا استعارہ ہے۔ بُرا وقت پڑنے، مخالف ماحول میں گھر جانے، عدم تحفظ وغیرہ کے احساس کے ساتھ ذہن میں کربلا کا تصور آتا ہے۔ شاید اسی لیے مسلم معاشرے کو دَرپیش مصائب اور خطرات کے اظہار کے لیے نئے شاعروں نے کربلائی علامتوں کو سب سے زیادہ سازگار پایا ہے۔ ان علامتوں نے نئی شاعری میں بڑی مضبوطی کے ساتھ ایک معنی خیز اور خیال انگیز مسلم فضا قائم کر دی ہے۔ واقعہ کربلا کو ایک کثیر الجہت شعری استعارہ بنانا اور کربلائی علامتوں خیمہ، نہر، نیزہ، تیر، عَلم، دِاو غیرہ کو شعری لسانیات میں شامل کرنا نئے شاعروں کا ہی کارنامہ ہے۔"(۶)

پاکستانی شاعروں میں مجید امجد، منیر نیازی، شہرت بخاری، مصطفیٰ زیدی، احمد فراز، شکیب جلالی، افتخار عارف اور پروین شاکر اس سلسلے میں قابلِ ذکر ہیں۔ ہندوستانی شعری منظرنامے سے خلیل الرحمٰن اعظمی، حسن نعیم، شہریار، وحید اختر، کمار پاشی، صلاح الدین پرویز، حنیف کیفی، مظفر حنفی، محسن زیدی اور عرفان صدیقی جیسے شاعر شامل ہیں۔ کہ ان کو اہلِ بیت اور آلِ رسول ﷺ سے محبت والدہ کی طرف سے وراثت میں ملی تھی اور کچھ گھر کا ماحول بھی مذہبی تھا۔ اسی محبت و عقیدت کا اظہار انہوں نے شاعری میں مختلف طریقوں سے کیا ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار دیکھیں:

اس شاہِ بے کساں پہ دل و روح و جاں نثار
مقدرو ہو تو نذر کچھ اس سے سوا کریں

یاد آورانِ تشنہ دہانانِ کربلا
اس تشنگی کو چشمہ آبِ بقا کریں(۷)

اسی طرح حسین ابن علی علیہ السلام کی شہادت کی داستان کے ضمن میں جو شاعری کی جاتی ہے وہ بھی اپنے اندر اتنی ہی شدت رکھتی ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

کربلا عرفان صدیقی کے ہاں کسی بھی جگہ یا واقعہ سے بڑھ کر حق و باطل کا ایک فلسفہ بن گیا ہے اور ساتھ ساتھ موجودہ عہد کی تلخی و بدامنی اور بے انصافی کا ایک استعارہ بھی بن گیا ہے۔

عرفان صدیقی کی یہ گفت گو واقعہ کربلا کے بارے میں عرفان صدیقی کی فکر کو سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ دراصل عرفان صدیقی کو یہ احساسِ شدت سے ہے کہ ان کا عہد بھی کربلا سے کم نہیں۔ کربلائے عصر کو اُنھوں نے دل کی گہرائیوں اور ذہن کی بیداریوں کے ساتھ محسوس کیا ہے ۔ کہیں کہیں تو واضح طور پر تلمیحات کربلا آئی ہیں؛ لیکن جہاں غزل کی رمزیاتی اور ایمائی فضا میں کربلا تخلیقی سطح پر گندھ رہ گئی ہے وہ اُوپر سے طاری کردہ شے محسوس نہیں ہوتی بل کہ ایک گہرے طرزِ احساس کو اُجاگر کرتی ہے، جس کی معنویت مقامی بھی ہے اور آفاقی بھی، ذاتی بھی اور اجتماعی بھی۔ عرفان صدیقی کے دل میں اپنی قوم کی بے چارگی اور بے بسی کا احساس موجزن ہے اسی لیے اُنھوں نے کربلا کی مظلومیت کو اپنی شاعری کا اہم موضوع بنایا۔

پروفیسر سحر انصاری لکھتے ہیں:

> "دراصل زندگی کا جتنا جذباتی اور شعوری حصّہ عرفان صدیقی کو میسر آیا، اس میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر تلخی جبر و تشدد، ظلم و ناانصافی کے حوالے زیادہ رہے ہیں۔ صورتِ حال نے عرفان جیسے حساس اور باشعور شاعر کے اندر مظلومیت کو ایک مستقل موضوع بنادیا۔ اس کا اظہار دردمندی اور دل سوزی کے ساتھ ہوا ہے۔"(۸)

عرفان صدیقی اپنے اجتماعی ماضی اور اپنے اجتماعی تاریخی شعور کو ایک زندہ نامیہ کے طور پر دیکھتے ہیں وہ ہمارے عہد کے ان شاعروں میں سے ہیں، جنھوں نے واقعہ کربلا کے متعلقات اور اس کی معنویت کی جہات کو فن کارانہ ذہن کے ساتھ سوچا اور سمجھا ہے۔ نہ صرف فن کارانہ ذہن کے ساتھ سوچا سمجھا ہے بل کہ ان کے متعینہ مفاہیم کو ایسا بڑھاوا دیا ہے کہ ان مفاہیم کو وسعت مل گئی ہے۔

کربلا کے جن واقعات کو عرفان صدیقی نے پیش کیا ہے، ان میں نیزے پہ سر کی بلندی والا واقعہ، نہر سے مشک بھرنے والا واقعہ، گلے پہ تیر چلنے والا واقعہ، گرد سے ناقہ کا نمودار ہونے والا واقعہ وغیرہ شامل ہیں۔

درج بالا واقعات کے متعلقات کا ذکر بھی عرفان صدیقی نے فن کارانہ طریقے سے کیا ہے۔ مثال کے طور پہ ان کے ہاں سر، نیزہ، سناں، مشک، نہر، بازوئے بریدہ، کمان تیر، نوک خنجر وغیرہ کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ان واقعات اور متعلقات کے بیان کا کمال یہ ہے کہ عرفان صدیقی کے ہاں ان متعلقات کے استعمال کی وجہ سے یکسانیت پیدا نہیں ہوتی۔ کربلا کے واقعات کے ضمن میں ہی اصرار بیعت اور انکار بیعت بھی عرفان صدیقی کے یہاں محبوب موضوع کے طور پہ در آیا ہے۔ در اصل عرفان صدیقی نے اپنے ماضی کے اس واقعہ کو جو کہ مسلمانوں کی تاریخ کے علاوہ تاریخ عالم کا ایک معروف اور الم ناک واقعہ ہے معاصر صورتِ حال پہ فن کارانہ طریقے سے منطبق کیا ہے اور معاصر عہد پہ منطبق کر کے نئے معنی و مفاہیم نکالے ہیں۔

واقعہ کربلا کے دردناک پہلوؤں میں ایک پہلو آلِ رسول ﷺ پر یزیدی لشکر کی طرف سے پانی کا بند کیا جانا بھی تھا۔ اس واقعہ سے بھی عرفان صدیقی نے بہت سارے باریک اور لطیف نکات نکالے ہیں۔ اس حوالے سے عرفان صدیقی کی ایک غزل کے چند شعر دیکھیں:

زیارت درِ خیمہ نہ تھی نصیبِ فرات
سو آج تک ہے سفر نا تمام پانی کا

رگِ گلو نے بجھائی ہے تیغ ظلم کی پیاس
کیا ہے خونِ شہیداں نے کام پانی کا

عَلَم ہوا سرِ نیزہ جو ایک مشکیزہ
شجر لگا سرِ صحرائے شام پانی کا(۹)

اس حوالے سے گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

” عرفان صدیقی کا اصل مسئلہ اسلام کے شان دار ماضی کا احساس ہے اور یہ کہ زندگی عذابوں سے گھر گئی ہے اور راہیں مسدود ہو گئی ہیں ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ احساس ایک طرح کی لاحاصلی کی دین ہے جو آج کے حالات کی پیدا کردہ ہے یعنی شاعر تجدیدیت کا شکار ہے اور ماضی میں یا مذہب کے گوشہ عافیت میں پناہ لے رہا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ ماضی پرستی اور ماضی کی باز آفرینی میں اہم تخلیقی فرق ہے اس فرق کو سامنے نہ رکھا جائے تو ہم بہت سی اچھی شاعری سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ عرفان صدیقی کی شاعری آج کے منظر شب تاب میں ماضی کے خزانے سے نئی روشنی حاصل کرنے میں مگن ہے۔“(۱۰)

موجودہ عہد کا وہ آدمی جو ظلم و ناانصافی اور استحصالی قوتوں کے سامنے ڈٹا ہوا ہے۔ وہ ظلم کے بعض طریقوں کو جانتا ہے اور بعض طریقوں کو نہیں جانتا، ان سب طریقوں کا تجربہ کرنے والے بندے کے جذبات و احساسات کی ترجمانی عرفان صدیقی کی شاعری میں نظر آتی ہے۔

عرفان صدیقی نے اپنی شاعری کو اپنے زمانے کے ظلم و ستم کے خلاف اظہار اور ہتھیار کے طور پہ استعمال کیا ہے۔

اُردو شاعری میں سانحہ کربلا کا ذکر شاہان اودھ کے زمانے کی شاعری سے ہی چلا آرہا ہے مگر یہ موضوع ہر صنف کا موضوع نہ تھا، صرف رثائی اَدب تک محدود تھا۔ حتیٰ کہ کلاسیکی غزل میں بھی سانحہ کربلا کے حوالے سے علامات کم کم ہی ملتی ہیں۔ مرثیوں میں یہ موضوع بھرپور انداز میں پیش ہوا ہے۔ مرثیہ نگاری میں موضوع کے ورتاوے کا یہ انداز براہِ راست ہے اور مرثیے کا زیادہ تعلق چوں کہ مذہب سے ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کسی بھی سماجی پہلو کو تلاش کرنا کارِ بے کار تھا۔ جدید عہد میں یہ موضوع غزل میں اس طریقے سے وارد ہوا کہ اس کے ذریعے معاصر عہد کی کئی سچائیاں بے نقاب ہو گئیں۔ جدید غزل میں واقعہ کربلا کی علامات اور استعارات بہت موثر انداز میں آئے۔ بہت سارے شعرا کے ہاں ان علامات کا جابجا اظہار بھی ملتا ہے۔

اس حوالے سے شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

> "یہ کہنا ضروری نہیں کہ بعض علامتیں اور پیکر جن کا تعلق اسلامی تاریخ، خاص کر معرکہ کربلا سے ہے اور بعض تصوراتِ مذہب و کائنات، جن کو جہد، مقامیت اور اپنے خون سے اپنی داستان لکھنے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، جدید شاعری میں عرفان صدیقی کے یہاں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ استعاراتی قوت کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں؛ لیکن یہ بات کہہ اس لیے رہا ہوں کہ یہ طرز اس قدر مقبول ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ اس کی "ایجاد" کے دعوے دار ہو گئے ہیں۔ "[۱۱]

مجموعی طور پہ ہم کہ سکتے ہیں کہ واقعہ کربلا اور اس کے متعلقات کا بیان ایک مسلسل موضوع کی حیثیت سے عرفان صدیقی کی شاعری میں آئے ہیں۔ اس موضوع نے عرفان صدیقی کی شاعری کی کئی ایک فکری جہات کو تقویت بخشی ہے۔ یہ موضوع جو کہ ازلی و ابدی نیکی و بدی، اچھائی و برائی، خیر اور شر کا استعارہ ہے۔ عرفان کی صدیقی میں خون کی گردش کی طرح جاری و ساری ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (Jan to March 2022)

اس موضوع کے حوالے سے خالد علوی لکھتے ہیں:

"یوں تو سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ قدیم ترین اُردو شاعری سے ترقی پسند شاعری میں بتدریج نظر آتا ہے؛ لیکن اس رجحان کا بھرپور تخلیقی اظہار ۱۹۶۰ء کے بعد کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ موجودہ دور میں اس تخلیقی رجحان کی اتنی شکلیں اور اتنے پیرائے ہیں کہ بیک وقت سب کا ذکر ممکن نہیں؛ لیکن نئے شاعروں میں عرفان صدیقی اور افتخار عارف کی شاعری میں ایک باقاعدہ رجحان کی شکل نظر آتا ہے۔"(۱۲)

ایسے میں وقار قائم رکھنا صرف اور صرف عالی ظرف لوگوں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا ہی کام ہو سکتا ہے اور خانوادہ رسول سے بڑھ کے یہ ہنر کس کے پاس ہو سکتا ہے۔

عرفان صدیقی نے کربلا کے جن کرداروں کو المیاتی کیفیت میں بھی باوقار انداز میں دکھایا ہے، ان میں حضرت عباس علم دار علیہ السلام کا نام سرفہرست ہے۔ ویسے تو اس اس خاندان کے سارے ہی لوگ اس خصوصیت کے مالک تھے؛ لیکن عرفان صدیقی نے حضرت عباس علم دار علیہ السلام کی وفا، بہادری اور جرات کے پیش نظر یہ شعر کہا ہے:

میرے بازوئے بریدہ کا کنایہ بھی سمجھ
دیکھ تجھ کو میری بیعت نہیں ملنے والی (۱۳)

اسی موضوع پر ان کا ایک اور شعر ہے:

وہ ہاتھ کٹا دیتے ہیں سر دینے سے پہلے
مظلوم کبھی ظلم کی بیعت نہیں کرتے (۱۴)

واقعہ کربلا کی واقعیت کی تفصیل کی پیش کش عرفان صدیقی کا اختصاص ہے۔ انھوں نے بعض واقعات کو خالص فنی پیرائیوں میں اس طرح بیان کیا ہے کہ کربلا کے موضوع پر عرفان کی فکر کے لیے مہمیز کا کام بھی دے جاتی ہے۔ اس حوالے سے دو شعر دیکھیں:

دست تہی میں گوہر نصرت کہاں سے لائے
عرفان تم یہ درد کی دولت کہاں سے لائے

پانی نہ پائیں ساقی کوثر کے اہل بیت
موج فرات اشک ندامت کہاں سے لائے(۱۵)

یوں مجموعی طور پر دیکھیں تو عرفان صدیقی کی شاعری میں غالب اور متحرک قوت کے طور پر جو موضوع آیا ہے۔ وہ کربلا کا ہی موضوع ہے۔ یہ موضوع ان کی شاعری کے لیے تحری تازگی اور توانائی کا باعث بنتا ہے۔ جدید اردو غزل میں اقبال منیز نیازی احمد فراز شہریار افتخار عارف جیسے شعرا کے ہاں یہ موضوع آیا ہے۔ افتخار عارف کے علاوہ باقی سب شعرا کے ہاں یہ موضوع رمز و ایما کے انداز میں آیا ہے اور اس کے ارے جستہ جستہ۔ اشارے ہی ملتے ہیں افتخار عارف نے اس موضوع کو فلسفیانہ انداز سے اس طرح بیان کیا کہ ان کا دل و دماغ بھی اس عمل میں شامل رہا ہے جب کہ عرفان صدیقی جب واقعہ کربلا کی جزئیات کو شاعرانہ پیرائے میں بیان کرتے ہیں تو ان کے دل و دماغ کے ساتھ ساتھ ان کی روح بھی شامل ہوتی ہے۔ وہ اس موضوع کو بیان کرتے ہوئے وہ مخصوص فضا کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان کی شاعری کے باقی موضوعات بھی اسی مخصوص فضا سے روشنی کشید کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱. سید محمد عقیل، پروفیسر، غزل کے نئے جہات، نئی دہلی: مکتبہ جدید، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵۴
۲. سرور الہدی، ڈاکٹر، نئی اردو غزل، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۱۵ء، ص ۳۸۰
۳. قاسمی، ابوالکلام، شاعری کی تنقید، علی گڑھ: ایجو کیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۱ء، ص ۲۰۷
۴. عرفان صدیقی، کلیاتِ عرفان صدیقی، ص ۴۵۸
۵. ضمیر نقوی، علامہ، اردو غزل اور کربلا، کراچی: مرکز علوم اسلامیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۰۰
۶. نیر مسعود، منتخب مضامین، کراچی: آج پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۳۲۴
۷. عرفان صدیقی، کلیات عرفان صدیقی، ص ۴۷۶
۸. ماہ نامہ ہم سخن، شمارہ ۲، جلد ۳، کراچی، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۱۹
۹. عرفان صدیقی، کلیاتِ عرفان صدیقی، ص ۴۷۷
۱۰. گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ اردو شاعری کا تخلیقی رجحان، ص ۹۴ تا ۹۵

۱۱. شمس الرحمن فاروقی، سات سماوات، مشمولہ: عرفان صدیقی-حیات خدمات اور شعری کائنات، مرتبین: عزیز نبیل / آصف اعظمی، بحرین: مجلس فخر، ۲۰۱۵ء، ص ۱۳۴

۱۲. خالد علوی، غزل کے جدید رجحانات، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص ۴۳

۱۳. عرفان صدیقی، کلیاتِ عرفان صدیقی، ص ۲۱۸

۱۴. ایضاً، ص ۴۷۹

۱۵. ایضاً، ص ۳۰۹